نیل زہرا* ڈاکٹر وجیہہ شاہین**

مظفّر حُسین بَرنی کے فنِ تدوین وترتیب کی متنی قرأت

بحوالہ "کُلیاتِ مکاتیبِ اِقبال (جلد: دوم)"

A Textual Study of "Kulliyat e Makatib e Iqbal Vol:2" Edited & Compiled by Muzafar Hussain Barni

Abstract:

In the world of Urdu literature, the name of Allama Muhammad Iqbal does not need any introduction. The uniqueness of his works has not only earned him a prominent position in Urdu literature but has also made his name renowned at an international level. His general fame is associated with his poetry and his lectures. Apart from his poetry and lectures, Iqbal's letters are also an important medium for revealing significant aspects of his personality, which, though not on the same level as his poetry and lectures in terms of meaning and form, are still quite substantial. During Iqbal's lifetime, his letters did not gain much fame, but after his death, efforts to organize and compile these letters increased. The honor of the final compilation of his letters belongs to Muzafar Hussain Barni. The paper presented here discusses the textual reading and findings of the second volume of the Kulliyat-e-Makatib e Iqbal, compiled and edited by Muzafar Hussain Barni.

Keywords: Allama Muhammad Iqbal, Poetry, Lectures, Letters, Compilation, Muzafar Hussain Burni.

انسان کے لیے قوتِ گویائی قدرت کا انمول تحفہ ہے۔ انسان نے اپنے احساسات اور خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے اظہارِ بیاں کی ضرورت کو اہم جانا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ زبان فرد کے خیالات کی ترسیل کا بہترین وسیلہ ہے۔ ابتدا ہی سے انسان کا

* وزٹنگ لیکچرار، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت بلتستان (پی ایچ ڈی اردو اسکالر، فاطمہ جناح ویمن یونی ورسٹی، راولپنڈی)
** اسسٹنٹ پروفیسر ، قراقرم انٹرنیشنل یونی ورسٹی، گلگت بلتستان

ذریعہ اظہار زبان ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ انسان نے اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے خاص علامات، اشکال اور لکیروں کا سہارا لیا۔ یہی چیزیں آگے چل کر الفاظ کے رُوپ میں سامنے آئیں۔ تحریر نے حیاتِ انسانی میں بہت بڑی تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ فطرتاً تجسّس پسندی، مہم جوئی اور جدّت کے وصف نے انسان کے فنِ تحریر کو شہرتِ دَوام بخشی۔ اگر فنِ تحریر ایجاد نہ ہوتا تو انسانی زندگی سمٹ کر رہ جاتی۔ سیّد عبداللہ اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

> "فنِ تحریر، تہذیبِ انسانی کی مقدّس بازیافت ہے۔ تقریباً ہر بڑی تہذیب اور ہر بڑے عقیدے میں اس کی عظمت اور تقدّس کا اعتراف کیا گیا ہے۔ زبان، ترسیل و ابلاغ کا عارضی اور نا تمام ذریعہ اظہار ہے۔ تحریر اسے محفوظ کرتی اور دَوام بخشتی ہے۔"(۱)

دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے درمیان باہم گفتگو ایک سماجی ضرورت ہے۔ جب یہ عمل بالمشافہ (رُوبرو) ممکن نہ ہو تو خیالات کا اظہار لکھ کر یعنی بذریعہ تحریر کیا جاتا ہے۔ یہ تحریر "خط" یا "مکتوبات" کہلاتی ہے۔ زمانہ قدیم سے ہی خط ابلاغ کا اہم ذریعہ رہا ہے۔ بعض محقّقین کے نزدیک خطوط نگاری کی ابتدا اس وقت ہو گئی تھی جب تحریر اپنی ابتدائی شکل میں رائج ہوئی۔ مکتوب عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "ک ت ب" ہے۔ اس مادے کا لفظی مطلب لکھنا ہے۔ اسی مادے سے کتاب، کاتب اور اسی نوع کے دیگر مشتقات بنتے ہیں۔ عربی میں "مکتوب" مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی لکھی ہوئی چیز کے ہیں۔ اس کی جمع مکاتیب آتی ہے۔ اصطلاح میں اس سے مراد ایسی تحریر ہے جس میں لکھنے والا اپنے مخاطب سے براہ راست مکالمہ کرتا ہے اور دل کی باتیں کہتا ہے۔ سیّد احمد دہلوی کے مطابق:

> "دو یا دو سے زیادہ اشخاص کے درمیان باہم گفتگو ایک سماجی ضرورت ہے۔ جب یہ عمل بالمشافہ (رُوبرو) ممکن نہ ہو تو خیالات کا اظہار لکھ کر یعنی بذریعہ تحریر کیا جاتا ہے۔ یہ تحریر "خط" یا "مکتوبات" کہلاتی ہے۔ زمانہ قدیم سے ہی خط ابلاغ کا اہم ذریعہ رہا ہے۔ بعض محقّقین کے نزدیک خطوط نگاری کی ابتدا اس وقت ہو گئی تھی جب تحریر اپنی ابتدائی شکل میں رائج ہوئی۔"(۲)

مکتوب نگاری کی ابتدا قدیم روم سے بتائی جاتی ہے۔ ابتدائی مکتوب نگاروں میں رومن عہد کے معروف سیاسی مفکر سسرو Cicero (م: 43ق م) کا نام اہم ہے۔ یہیں سے مکتوب نگاری کی روایت شروع ہوتی ہے۔ اردو مکتوب نگاری فارسی سے بتدریج زبان کی ترقی اور تبدیلی کے ساتھ شروع ہوئی۔ اردو زبان کے مکاتیب کے ابتدائی مجموعوں میں انشائے خرد افروز، مکتوبات احمدی، رقعات عنایت علی اہم ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ چند ادبا و شعرا نے سادہ نگاری سے بھی کام لیا جن میں مرزا مظہر جانِ جاناں، غلام غوث بے خبر اور مرزا اسد اللہ خان غالب اہم ہیں۔ سادہ مکتوب نگاری کی ابتدا مرزا مظہر جانِ جاناں نے غالب سے تقریب ستر اسی برس پہلے کی۔ خطوط غالب کی اشاعت کے بعد سادہ نگاری، بے تکلفی، اختصار اور مدعا نگاری عام ہوئی۔ اس کے بعد کئی ادبی شخصیات کے خطوط اشاعت پذیر ہوئے جن میں سر سیّد احمد خان، مولانا الطاف حسین حالی، ڈپٹی نذیر احمد، مولانا شبلی نعمانی، مولانا محمّد حسین آزاد، مولانا محمّد علی جوہر، عبد الرحمن بجنوری، مولانا ابو الکلام آزاد، سیّد سلیمان ندوی، خواجہ حسن نظامی، نیاز فتح پوری، مہدی لافادی، عبد الماجد دریا بادی، علامہ محمّد اقبال، مولوی عبد الحق، جوش ملیح آبادی، فیض احمد فیض، سعادت حسن منٹو، محمّد علی ردولوی، مالک رام، مختار الدّین آرزو، رشید حسن خان اور رشید احمد صدیقی وغیرہ ہیں۔

دیگر اصناف ادب کی مانند مکاتیب بھی اپنی تاریخی و سماجی و نظریاتی اہمیت کے ساتھ ساتھ ادبی وفنی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ اگرچہ ہر مکتوب کو ادب میں جگہ نہیں دی جاسکتی کیوں کہ ہر مکتوب یکساں اہمیت کا حامل نہیں ہوتا تاہم بعض مکتوب ایسے ضرور ہوتے ہیں جن میں ابلاغ، افکار اور اُسلوب و انداز اس طرح یکجا کیے جاتے ہیں کہ وہ خود بہ خود ادب کی تعریف پر جامعیت سے پورے اترتے محسوس ہوتے ہیں۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے جہاں روایت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا وہیں اجتہاد کا راستہ بھی ہموار کیا۔ اُن کی شعری و نثری دونوں اصناف نے اردو ادب کے دامن کو وسیع تَر کیا ہے۔ ان کی تخلیقات فنی و فکری محاسن سے لبریز ہیں۔ ان کی شاعرانہ اور رومانی شخصیت کا عکس اُن کے خطوط میں بھی نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے اُردو ادب میں نظر کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ چھوڑا ہے۔ ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقا اسلامی تفکّر کی تشکیل جدید کے علاوہ ان کے خطوط بھی نثری فن پاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اقبالؔ کی اپنی ادبی زندگی کے ۴۰ برسوں میں لکھے گئے خطوط میں سے بہت سے ضائع اور گمنام ہو چکے ہیں۔ اس کے باوجود ڈیڑھ ہزار کے قریب خطوط اب تک منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ علامہ اقبال کے احباب کا دائرہ بے حد وسیع تھا جن میں والیانِ ریاست سے لے کر ان کے خادم علی بخش تک سیکڑوں مکتوب الیہم کے نام آتے ہیں۔ مجموعوں کی صورت میں شائع ہونے والے ان خطوط کے نام، شاد اقبال، اقبال نامہ، خطوطِ اقبال بنام عطیہ فیضی، اقبال نامہ حصّہ دوم، مکاتیبِ اقبال، مکتوباتِ اقبال، انوارِ اقبال، سٹیرز اینڈ رائٹنگس آف اقبال، نوادر اقبال، خطوطِ اقبال، جہانِ دیگر، روح مکاتیب، کلیات مکاتیب اقبال ہیں۔ اقبال کے مرتّبین میں ڈاکٹر محی الدّین قادری زور، شیخ عطاءاللہ، سیّد نذیر نیازی، شبیر احمد ڈار، رفیع الدّین ہاشمی، فرید الحق، محمّد عبداللہ قریشی اور سیّد مظفّر حسن برنی شامل ہیں۔ علامہ اقبال کا حلقہ احباب نہایت وسیع تھا۔ انھوں نے کثیر تعداد میں اور متنوع شخصیات کو مختلف موضوعات پر خطوط تحریر کیے۔ مکتوبات کی اشاعت کے حوالے سے انھوں نے نظرِ ثانی کے بغیر اشاعت کو نامناسب قرار دیا۔ خطوط کے جوابات تحریر کرنے میں اُن کی عجلت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اُن کے مکتوب الیہم میں سے کسی کو کبھی جواب نہ موصول ہونے کی شکایت نہیں رہی۔ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "میرے خیال میں آج تک کسی کو یہ شکایت نہیں ہوئی کہ اقبال کی طرف سے وہ جواب خط سے محروم رہا ہو۔"(۳)

اقبال خطوط کے جواب جلد از جلد دینے کی کوشش کرتے اس مقصد کے لیے انھوں نے پوسٹ کارڈ رکھے ہوئے تھے۔ بعض اوقات خود خط لکھتے اور بسا اوقات کسی دوسرے سے لکھواتے۔ ممنون حسین اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

> "وہ تمام خطوط اور تار مجھے دیا کرتے تھے اور خاص طور سے ہدایت تھی کہ میں ان کے جوابات جلد از جلد ان سے لکھوالوں...... لیکن جو خاص خاص لوگوں کے خطوط ہوتے تھے ان کا جواب وہ خود تحریر کرتے تھے۔"(۴)

خط کا جواب دینا اقبال اپنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے۔ آخری عمر بصارت کی کمزوری کی وجہ سے دوسروں سے خط لکھوا کر خود دستخط کر دیتے تھے۔ خطوط لکھنے والے ان کاتبین میں منشی طاہر الدّین، میاں محمّد شفیع، ڈاکٹر محمّد عبداللہ چغتائی، سیّد نذیر نیازی اور جاوید اقبال وغیرہ کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ان خطوط سے ہمیں نہ صرف علامہ کے افکار و نظریات کا پتا چلتا ہے بلکہ ان کے ذہنی ارتقا اور تصوّرات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اقبال نے علمی، تاریخی، معاشی، فلسفیانہ، قرآن، فقہ، تصوّف اور دین و شریعت جیسے موضوعات پر اپنے خطوط میں بحث کی ہے۔ ان مکاتیب میں اقبال کی زندگی کے بہت سے واقعات کا تذکرہ ہے جو ہمیں اقبال کی شخصیت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ رفیع الدّین ہاشمی لکھتے ہیں:

"یہ مکاتیب اقبال کی ایک جامع سوانح حیات کے لیے ٹھوس اور مستند مواد فراہم کرتے ہیں بلکہ مکاتیب کے ذریعے ان کی شخصیت و نفسیات کے بعض دلچسپ گوشے سامنے آتے ہیں۔"(۵)

علامہ اقبال کے خطوط کی ایک خاصیت یہ ہے کہ آپ نے کبھی اپنے خطوط میں طوالت کو مستحسن نہیں جانا۔ اختصار سے جامعیت سے اپنے مدّعا کو بیان کرتے۔ اکبر الہ آبادی کے نام اپنے ایک خط میں رقم طراز ہیں:

"کئی دفعہ ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں استدعا کروں کہ خط ذرا لمبا کیجیے۔ مگر میں خود لمبا خط لکھنے سے گھبراتا ہوں۔ پھر میرے کوئی حق نہیں کہ آپ کو لمبا خط لکھنے کی زحمت دوں۔"(۶)

اس سے ظاہر ہوا کہ وہ طویل خط کو زحمت قرار دیتے تھے۔ ایک عمدہ خط بے تکلّفی کا مرقّع اور تصنع، ریاکاری اور تعصّب سے پاک ہوتا ہے۔ خط دل و دماغ کا صحیح معنوں میں عکاس اور ترجمان ہوتا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو اقبال کے خطوط اُن کی شخصیت اور ذہنیت کو سمجھنے میں مددگار معلوم ہوتے ہیں۔ اقبال کے خطوط ان کی شخصیت کا آئینہ دار تھے۔ ان کے خطوط سے اُن کے مزاج کی انکساری، نام و نمود سے گریز، علمی لگن اور قناعت پسندی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اقبال کے مفصّل خطوط ان کی ذاتی زندگی سے متعلق ہیں۔ یہ خطوط اُردو کے علاوہ انگریزی زبان میں بھی ہیں۔ مکاتیب اقبال کی نوعیّت کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے تو ان کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ دَورِ اوّل کے خطوط زیادہ تر عطیہ فیضی کے نام ہیں۔ دوسرے دَور کے خطوط میں اقبال نے علمی نکات و مصارف پر بحث کی ہے۔ خطوط میں کہیں کہیں موقع محل کے لحاظ سے اُن کے کلام کی تشریح بھی ملتی ہے۔ اقبال نے شخصیت کے لحاظ سے القابات کی روایت کو برقرار رکھا ہے۔ اقبال کا پہلا دستیاب خط ۲۸ فروری ۱۸۹۹ء کا ہے جو احسن مارہروی کے نام ہے۔ اس وقت اقبال ایم اے فائنل کے طالب علم تھے۔ ان خطوط سے پتا چلتا ہے کہ اقبال کو طالب علمی کے زمانہ سے ہی ادب سے لگاؤ تھا۔ علامہ کے ذوقِ شاعری سے بھی اُن کی پسند ناپسند کا پتا چلتا ہے۔ سیّد سلیمان ندوی کے نام لکھے گئے خطوط اُردو ادب میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اِن خطوط میں خاص طور پر فقہ کے مسائل کا تذکرہ ہے۔ اِن کے خطوط سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ کتنے وسیع النظر اور وسیع القلب تھے۔ چاہے اِن کے مخالف ہی سہی، وہ اپنے معاصرین کا احترام بڑے احترام سے کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالحق علامہ اقبال کے مکاتیب کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"شاعری کی طرح ان خطوط میں بڑا تنوّع ملتا ہے۔ ان میں مختلف علمی، ادبی، فکری اور مذہبی موضوعات زیرِ بحث آئے ہیں اور ایسے موضوعات بھی جو اقبال کے تحت الشعور میں تو تھے مگر شاعری میں کسی مناسب عنوان سے ظاہر نہ ہو سکے، وہ بھی خطوط میں موجود ہیں۔"(۷)

اقبال کے خطوط غالب کی طرح طرح دار نہ سہی لیکن ان میں خیال کی گہرائی اور فکر کی خوب صورتی ملتی ہے۔ ان خطوط کی سب سے بڑی خصوصیت اقبال کا اُسلوب جس کی حیرت انگیز قوت قوموں اور نسلوں کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ اقبال کے خطوط کو پڑھ کر سمجھنا گہرے سمندر سے موتی نکالنے کے برابر ہے۔ تعداد کے لحاظ سے مرزا غالب کے خطوط کے بعد اقبال کا درجہ ہے۔ علامہ اقبال کے خطوط کو بجا طور پر قد آور علمی

شخصیت کا نمائندہ کہا جا سکتا ہے۔ اقبال تک آتے آتے مکتوباتی ادب نے علم و فکر کے وسیع منظر نامے کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا اور مکتوب نویسی جملہ حقائق کی ترسیل کا مؤثر پیرایہ اظہار بن گئی۔

درج بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ اُردو کے بڑے اور تاریخی و سماجی حوالوں سے فعال مکتوب نگاروں میں ایک متحرک اور فعال نام علامہ محمدّ اقبال کا ہے جن کے خطوط ان کی دوسری ادبی تخلیقات (نظم و نثر۔ تحاریر) کی طرح فلسفۂ حیات سے پُر ہیں۔ مکاتیبِ اقبال کی ضرورت و اہمیت کو سمجھتے ہوئے اور انھیں ترتیب وار تدوین کے عمل سے گزار کر یکجا کرنے کا اعزاز سیّد مظفرّ حسین برنی کو حاصل ہے۔ انھوں نے "کُلیاتِ مکاتیبِ اقبال" کے عنوان سے مکاتیبِ اقبال کو چار جلدوں میں مرتب کیا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں "کلیات مکاتیب اقبال، جلد: دوم" از سیّد مظفرّ حُسین برنی کے طریقِ تدوین و تحقیق کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مظفرّ حُسین برنی بھارت کے مشہور سول سرونٹ ہیں۔ آپ اردو زبان و ادب کے نامور محقق، مدوّن، مرتب، دانش ور ہیں اور اقبال شناسی کے حوالے سے ادب کی دنیا میں جانے اور مانے جاتے ہیں۔ آپ نے اردو ادب کو بہترین سرمایہ اور اثاثہ "کُلیاتِ مکاتیبِ اقبال" عطا کیا۔ مذکورہ کلام کو چار ضخیم جلدوں کی صورت مجلد کر کے اردو کی خدمت گزاری کا یہ کارنامہ دراصل خود مدوّن کا سب سے بڑا تحقیقی و تدوینی کام شمار ہوتا ہے۔ سیّد مظفرّ حُسین برنی کے اس منفرد نفع بخش کام کے حوالے سے مضمون "ہماری زبان" میں خلیق انجم کا کہنا ہے کہ:

> "برنی صاحب نے یہ خطوط انتہائی سائنٹفک انداز میں مرتب کیے ہیں۔ متنی تنقید کے تمام جدید اصول و ضوابط کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ متن درست ترین ہو۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ کُلیاتِ مکاتیبِ اقبال، علامہ اقبال کے خطوط کے تمام مجموعوں سے زیادہ بہتر اور سائنٹفک ہے۔"(۸)

مجموعہ مکاتیب جلد دوم میں مکاتیبِ اقبال کی کُل تعداد ۴۲۸ ہے۔ اس مجموعے کے ابتدائی صفحات پر حرفِ آغاز کے عنوان سے ایس۔ اشتیاق عابدی، سکریٹری اردو اکادمی، دہلی کے کلمات کو شامل کیا ہے۔ علاوہ ازیں سات صفحات پر مشتمل ایک مختصر مگر جامع و مدلّل مقدّمہ خود مدوّن نے قلم بند کیا ہے۔ خطوط کی قرأت سے قبل قاری کو حرفِ آغاز اور مقدمے کے مضامین سے ہی اس تدوین و تحقیق کی قدر و منزلت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ سیّد مظفرّ حُسین برنی کی اس جدید اور سائنٹفک ترتیبِ متن سے فن و اسالیبِ تدوین اور کلامِ اقبال کی افادیت کس قدر وقیع سکتی ہے۔

خطوطِ اقبال کی ترتیب میں تدوین کار نے نمبر شمار، اشخاص (مکتوب الیہ یا جن کے نام اقبال نے مکاتیب لکھے)، زبان (اردو، انگریزی)، یوم (متعلقہ دن کی تاریخ)، ماہ (متعلقہ مہینے کی تاریخ) اور سن / سنہ (متعلقہ سال کی تاریخ) کو باقاعدہ ترتیب وار درج کیا ہے۔ ساتھ ہی مدوّن نے ممکنہ حد تک میسر شدہ "عکس" کی شمولیت کی بھی مساعی کی ہے۔

سیّد مظفرّ حُسین برنی نے جلد دوم کی ترتیب میں ۴۳۱ خطوط کو زیرِ تدوین رکھا جو زمانی اعتبار سے ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۸ء کے عرصے پر مشتمل نو (۹) سال میں لکھے گئے تھے۔ خطوط کے اس زمانی بُعد کا تعیّن کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ محمدّ اقبال نے ۱۹۲۸ء میں "فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید" کے موضوع پر اپنے مشہورِ زمانہ خطبات لکھے اور وہ اس سلسلے میں عہدِ متعلقہ کے علما سے خط کتابت کرتے رہے تھے۔ سیّد مظفرّ

حُسین برنی نے اقبال کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ کلام کو شامل تدوین رکھا ہے۔ اور کوئی ایک بھی خط غیر مطبوعہ ہے تو اس کا باقاعدگی سے ذکر بھی کیا ہے۔ اس جلد میں ایک ہی خط غیر مطبوعہ ہے اور چھے (۶) خطوط ایسے بھی ہیں جو مذکورہ تدوین تک کسی مجموعے میں شامل نہیں ہوئے۔ ایک سو بارہ (۱۱۲) خطوط کے عکس و نقول شامل ہیں۔ انگریزی میں لکھے گئے تینتیس (۳۳) خطوط کو اردو ترجمے کے ساتھ پیش کیا ہے جب کہ انگریزی متون کے لیے امکان ظاہر کیا گیا ہے کہ آئندہ جلد پنجم میں مجلد ہوں گے۔ جلد اوّل میں جو کمیاں رہ گئیں، دانستہ و نادانستہ طور پر عبارتوں میں حذوف واقع ہے، متن کے کچھ حصّے کسی بھی سبب متن میں شامل ہونے سے رہ گئے یا "اقبال نامہ" کی اشاعت اوّل میں بعض صفحات تبدیل کر دیے گئے، ان تمام نواقص کا ازالہ جلد دوم میں کیا گیا ہے۔ پاکستان سے سات سو پچاس (۷۵۰) اور انڈیا سے چھیاسی (۸۶) خطوط کے عکس حاصل کیے اور ان کی مدد سے پوری کوشش کی گئی کہ ناقص متون کو تکمیلیت تک لے جایا جاسکے۔ اور جن بعض خطوط کے پیراگراف درج و شمولیت سے عاری تھے وہ بھی اس جلد (دوم) میں شامل ترتیب رہے ہیں۔ خطوطِ اقبال کے یہ متون اس طرح مکمل اور مستند ٹھہرتے ہیں کہ جن خطوط کے عکس مہیا ہو سکتے تھے ان کا وہیں پر اندراج کیا گیا ہے۔ یہاں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں کے مکتوبات شامل کیے گئے ہیں تاہم انگریزی مکاتیب کے صرف اردو تراجم ہی دیے گئے ہیں۔ بعض خطوط سے کئی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں مثلاً صفحہ نمبر سات سو سات (۷۰۷) پر "تمکین کاظمی کے نام" خط سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نے "زبورِ عجم" پر مضامین لکھنے کی اجازت عنایت فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں ان کے کلام پر گفتگو سے قبل ان کی مشاورت کو مدنظر رکھا جاتا تھا۔ "پروفیسر محمدؐ اکبر منیر کے نام" ایک خط شامل ہے جو نظموں کے مجموعے سے متعلق ہے۔ فٹ نوٹ اور حواشی یا تفاصیل و وضاحتوں کو خاص اہمیت دی ہے کہ زیادہ اسناد و حقائق مرتب ہوں۔ کہیں پر اگر کوئی ایک جملہ، فقرہ یا سطر انگریزی، فارسی یا عربی میں ہے تو اس کو بھی باقاعدہ ترتیب و اندراج کا حصہ بنایا ہے۔ جیسے ایک خط کے نیچے حواشی میں "Muslim Association Madras" لکھ کے ثابت کیا گیا ہے کہ حواشی میں وضاحت کی کتنی اہمیت ہے۔ حواشی میں وضاحتوں کی نوعیتوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس بات کو بالکل نہیں دیکھا گیا کہ حواشی زیادہ طویل، مفصل ہیں یا زیادہ مختصر، مختصر تر آدھا فقرہ یا سطر بھی ہے کہ جو حاشیے کا مقصد پورا کر سکے۔ حواشی کے ذریعے اصل متن کی افادیت کا درک بڑھ جاتا ہے چاہے نوعیت کچھ بھی ہو۔ اسی تناظر میں اقبال کے مکاتیب میں مذکور نظم، شعر یا تاریخ و روداد کو حواشی کی صورت واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے "مہاراجہ کشن پرشاد کے نام" اور "مولانا گرامی" کے مذکور کا صفحہ نمبر ۳۹۵ تا ۳۹۸ حواشی میں ذکر کیا ہے۔ اقبال نے مولانا گرامی کے نام خط لکھا جو جلد کے اصل متن میں شامل ہے ساتھ ہی مولانا گرامی نے ہوشیار پُور سے خط لکھا جس میں پورا احوال رقم ہے، اسے مدوّن نے اصل متن سے الگ حواشی میں درج کیا ہے۔ اس سے قاری کے لیے آسانی ہوتی ہے کہ اصل متن اور حواشی کی وضاحتوں اور عبارتوں میں اختلاط نہ ہو۔ اگلے صفحے یعنی صفحہ نمبر ۳۹۷ میں دستخطی نسخہ یا عکس بھی دیا گیا ہے۔ حواشی کے اندراج کی بابت سیّد مظفرؔ حُسین برنی مقدمہ لکھتے ہیں کہ:

> "حواشی کے سلسلے میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ جہاں سوانحی خاکے مرتّب کرنے کے لیے ایک سے زیادہ مآخذ دستیاب تھے وہاں ابتدائی مآخذوں پر اعتبار کیا گیا ہے۔ حالاتِ زندگی درج کرتے ہوئے تاریخِ ولادت و وفات کی صحت پر ممکن حد تک توجہ دی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں عبد الرؤف عروج مرحوم کی تالیف "رجالِ اقبال" بڑی سودمند ثابت ہوئی گو اس میں غلطیاں بھی رہ گئی ہیں۔ جہاں اور مآخذ دستیاب تھے وہاں ان کی مدد سے اس کتاب میں درج شدہ سوانحی حالات میں مناسب ترمیم و تنسیخ کی گئی ہے۔" (۹)

مذکورہ مجموعے کی تدوین میں ابتدائی نسخوں اور مآخذات ہی سے استفادہ کیا گیاہے اور جہاں امکان یا گنجائش کم رہی وہاں ثانوی مآخذ سے مدد لی گئی ہے تاکہ تدوین میں سوانحی خاکے کسی طور تشنہ نہ رہیں۔ اس سلسلے میں عصری حوالوں، دیگر تصانیف اور مولفین کی دستاویزات سے مناسب حد تک مواد کی فراہمی کو یقینی اور سودمند بنایا ہے۔ اسی طرح ترمیم و تنسیخ کا خیال رکھا گیاہے جو تدوین وترتیبِ متن کے اصولوں میں سے ہے۔ مذکورہ مجموعے میں انتخاب، تیاری، موازنہ، اختلافِ نسخ اور تصحیح و قیاسی تصحیح کے دشوار کن مراحل سے گزرتے ہوئے بنیادی نسخہ اور داخلی شہادتوں یا دوسرے قرینوں کی روشنی میں تواریخ و سوانح اور زمانے کے تعیّن کا خاص خیال رکھتے ہوئے ترتیبِ مکاتیب کے عمل کو بروئے کار لایا گیاہے۔

سیّد مظفرؔ حُسین برنی نے ان مکاتیب میں کوئی پہلو یا گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا کہ جس سے ابہام و تعصب جنم لیتا۔ انھوں پوری دیانت داری کے ساتھ علامہ محمدؔ اقبال کے ذاتی و نجی، سیاسی و مذہبی، علمی و ادبی اور معاشی و معاشرتی ہر دو حوالے سے خطوط کو ترتیب وار مرتب کیا۔ طریقِ کار میں بعض مرتبین طویل اور مختصر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کالموں یا خانوں کی شکل میں کلام کو مرتب کرتے ہیں۔ جب کہ یہاں صاحبِ تدوین نے زمانوی اعتبار سے مہ و سال اور تاریخ کو اہمیت دی ہے۔ املا کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو جدید املا کے اصولوں کو اہمیت دی ہے۔ مثلاً "ہمزہ"(ء) کا استعمال جدید اردو املا میں "الف"(ا) کے بعد اضافی ہے اگر "الف" کے بعد "ہمزہ" لکھیں گے تو وہ دو"الف" کے برابر شمار ہوگا، جب کہ عربی کا کوئی اسم یا فعل ہو تو اس کے ساتھ اردو میں "ہمزہ" کی اضافت سے فرق نہیں پڑے گا۔ اس طرح مدوّن نے قدیم اور جدید املا کے اصول اور اردو، عربی اور فارسی کے رسم الخط کو خاص اہمیت دیتے ہوئے مصنّف کے تحریر کردہ حروف کے ساتھ ساتھ اپنی ایما اور قاری کی ایما کو ملحوظ رکھاہے جبکہ قاری نئی نسل کا بھی ہو سکتاہے اور خود مدوّن کے دور کا بھی ہو سکتاہے۔ مدوّن نے ان سب امکانات کو مدِنظر رکھتے ہوئے تدوین کی ہے۔ سیّد مظفرؔ حسین برنی نے جس طرح ہر جُزو کُل کو اہم سمجھتے ہوئے متعلقہ حالات وواقعات اور سوانحی خاکے تراشے ہیں اسی طرح املا میں رسم الخط، قدیم وجدید املا کے اصول، واحد جمع اور تذکیر و تانیث یا اعراب واضافتوں کو بہتر اور سائنٹفک انداز سے برتا ہے۔ املا کے جدید اور قدیم اصولوں کے مطابق "ھ" اور "ہ" کی ساختی نوعیت اور صورتی و صوری آہنگ کو برتتے ہوئے اگر کہیں فارسی یا عربی سے کوئی لفظ "ھ" کے ساتھ درج ہے تو اردو ترجمے میں جدید املا کے مطابق "ہ" کے ساتھ لکھاہے۔ اقبال نے خود بھی قدیم اور جدید دونوں طرح سے املا لکھاہے یا کاتب نے لکھاہے تو مدوّن نے اسے نئے قاری اور مصنّف و کاتب کے اندراجات کے مطابق درج کیاہے۔ تاہم بیشتر مقامات پر اصل ماخذ کو مقدم رکھا گیا ہے۔ اقبال کے فارسی کلام کی مثال اس جلد میں صفحہ نمبر پانچ سو ایک ۵۰۱ پر "تنھائی" کے عنوان سے درج ہے:

بہ بحر رفتم و گفتم بہ موجِ بیتابے

ہمیشہ در طلب استی چہ مشکلے داری؟

اس مکتوب کا عنوان "تنھائی" ہے اور اس کو "ھ" کے ساتھ ہی درج کیاہے۔ فارسی میں چوں کہ "ھ" سے وہی کام لیا جاتاہے جو اردو میں "ہ" سے لیا جاتاہے۔ اسی طرح "مُشکلے" کو بڑی "ے" کے ساتھ ہی درج کیاہے جب کہ اردو میں "مُشکل" کی "ل" کے نیچے زیر (ِ) اضافت لگاکے "ے" کی آواز نکالی جاتی ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتاہے کہ ہر ممکن حد تک اردو کو ملحوظ رکھنے کے باوجود اصل مآخذ کے بعد ہی ثانوی یا اضافی مآخذات سے مدد لی ہے۔ مدوّن نے اصل زبان کے اصول و حروف اور منشائے مصنّف ہی کو آگے رکھاہے۔ جہاں کسی خط کا تاریخ

اندراج نہیں قیاسی تصحیح اور جواز واستدلال سے عقلی معاون سے مدد لی ہے۔ جیسے پندرھواڑے میں لکھے گئے ایک خط سے اندازاً دسمبر ۱۹۲۳ء کا عریضہ قیاسی تصحیح کا اصول دکھاتا ہے۔ جہاں کسی دوسرے مصنّف، معاصر، محقق یا ناقد کا حوالہ آیا ہے اس کو من وعن بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً "پیامِ مشرق" کی نظم "تنہائی" کے خط سے متعلق عکس اور اس کی عدمِ دستیابی سے متعلق رفیع الدّین ہاشمی کے اظہارات کو بطور حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مدوّن نے اپنی تفہیم پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دیگر مرتبین ومحقّقین کی آرا اور حوالوں کو بھی ترتیبِ متن میں کشادہ دلی سے شامل کرتے ہوئے اہم اسناد کا ثبوت دیا ہے۔ قدیم اور جدید املائی ہیئتوں کے مطابق بعض مقامات پر لفظ ملا کر اور کئی جگہوں پہ علیحدہ لکھا ہے۔ جیسے "بخدمت" اور "بہ خدمت" ہے۔ اسی طرح "واؤ" (و) اور "پیش" (ـُ) کی آوازوں کے لیے بھی بالکل اقبال کا اسلوب اپنایا ہے کہ اقبال خُود کہیں پہ "پہونچوائے" تو کبھی "پہنچوائے" لکھتے تھے یا کاتب ایسا کرتے تھے تو ان کو کبھی جُوں کا تُوں تو کبھی جدید املا کے مطابق درج کیا ہے۔

حواشی کی طرح مآخذ کا اندراج بھی اصل متن سے الگ حسبِ ضرورت صفحات کی ذیل میں آخر السطور درج کیا ہے۔ جیسے صفحہ نمبر ۸۱۴ پر "(الیگزینڈر) بین" (ALEXANDER BAIN) کا مآخذ ہے:

UNIVERSAL ENCYCLOPAEDIA OF THE MOST EMINENT MEN AND WOMEN.DEEP AND DEEP PUBLICATIONS. NEW DELHI,P. 89-90 1988

اگر کہیں پہ کوئی لفظ، مرکب، سطر یا جملہ اہم ہے تو اسے خط کشیدہ کر کے خط کی حد بندی سے واضح کیا ہے۔ مآخذ کے علاوہ فٹ نوٹس میں حوالہ، جلد اور صفحات وکتابیات بھی درج کیے ہیں جیسے صفحہ نمبر ۷۳۹ پہ سے مثال ملاحظہ ہو:

"نوٹ: دائرہ المعارف جلد اوّل میں ابنِ تیمیہ کی ۱۰۹ کتابوں کی فہرست دی گئی ہے، دیکھیے۔
ص ۴۵۵-۴۵۸۔"

مدوّن نے جہاں کہیں مآخذ اور نوٹ دونوں کو ناگزیر سمجھا وہاں دونوں کا بیک وقت اندراج کیا ہے۔ جیسے صفحہ نمبر ۸۹۴ پہ "(سموئیل میری ئس) زویمیر (SAMUEL MARIUS ZWEMBER)" کی اہم تصنیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہے:

"مآخذ: نوٹ محررہ ۷ جولائی ۱۹۹۰ء از اسلام۔ آرکائیوز۔ ڈیوش لینڈ، برلن۔"۔

اعراب کا استعمال کسی بھی حرف، لفظ یا جملے کے درست معنوں کے لیے لازم ہے جسے مدوّن اکثر ناگزیر جگہوں پر حروف کے ساتھ لگاتا ہے۔ مگر سیّد مظفرؔ حُسین برنی نے اعراب نہیں لگائے۔ اصل کلامِ اقبال میں اعراب کا استعمال ملتا یا نہ ملتا مگر تدوین کار کو اہم الفاظ کے ساتھ ان کا استعمال کرنا چاہیے تھا تا کہ مطالب ومفاہیم واضح ہوں۔ البتہ کُلیات کی جلد یا ٹائٹل پیج پر اعراب وحرکات کا مناسب استعمال کیا ہے۔ رموزِ اوقاف کا استعمال ہر عبارت میں حسبِ ضرورت ملتا ہے۔ کاغذ اور جلد بندی جو نہایت دقیق اور دُشوار کُن مرحلہ ہوتا ہے، اسے پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ "کُلیاتِ مکاتیبِ اقبال" کی ضخیم جلدوں کو نہایت منظم انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔ یوں تو صفحات کے نمبر شمار، سیاہی، عبارتوں یا صفحات کی ترتیب آگے پیچھے ہونے کے باریک معاملات کو سلیقہ مندی سے انجام دیا گیا ہے تاہم کئی صفحات کی آخری سطر ہی کے ساتھ بغیر کسی فاصلے کے نمبر شمار دیا گیا ہے جس سے بعض اوقات کسی قصیر النظر قاری کو دشواری کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ زردی مائل سفید رنگ کے کاغذ پر چمکدار سیاہی کے استعمال سے عبارت واضح ہو جاتی ہے۔ اگر کہیں پہ کوئی غلطی اقبال سے سہواً ہوئی ہے تو اس کی تصحیح مدوّن نے قوسین "(__)" میں کی ہے۔ اور

بعض جگہ جُوں کا تُوں اندراج کیا ہے۔ ضمیمے اور تعلیقات کے باقاعدہ اہتمام سے مذکورہ تدوین حوالہ جات اور اسناد کے انفراد کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ جیسے صفحہ نمبر ۱۱۱۸ پر "کیپٹن منظور حسن کے نام "ضمیمہ کے تحت طلبا، شعرا، مشکلات، فرہنگ، حالات اور غیر مدوّن کلام "اقبال شناسی اور فنون" سے لیے گئے حوالے سے اخبار کے ایڈیٹر اور قسطنطنیہ کے تذکروں کا احوال ملتا ہے۔ اور یہ غیر مطبوعہ سطور جہاں سے لی گئیں ان کی وضاحت نوٹ کے ساتھ متشکل ہے۔ کتابیات کی تفصیل بالترتیب حروفِ تہجی کے تحت درج ہے۔ اسی طرح اشخاص کی تفصیل بھی الف بائی حروف کے ساتھ درج کی ہے۔ مقامات اور اداروں کی ترتیب بھی یہی رکھی ہے جس سے قاری کو دشواری کا سامنا نہیں ہوتا۔ کُلیات کے آخر میں ضمیمہ کا خاص اہتمام اور زائد معلومات دی گئی ہیں۔

سیّد مظفرّ حسین برنی نے تدوین وترتیبِ متن میں سائنسی انداز اور جدید اُصولوں کو توبرتا ہی ہے، ساتھ ہی اپنی علمی و تحقیقی بصیرت افروزی اور عالمانہ وصادقانہ اقدار کے فعال انتظام وانصرام کو بروئے کار لاتے ہوئے مذکورہ کتاب کی افادیت واہمیت، قدر وماہیّت اور وسعت میں بقدر زور اضافہ کیا ہے اور کلامِ اقبال کو مزید جِلا بخشی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر اخلاق اثر بھوپال کہتے ہیں کہ برنی صاحب کا مقدّمہ بصیرت افروز اور عالمانہ ہے۔ حواشی اور اشاریے نے کتاب کی افادیت میں قیمتی اضافہ کیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ سیّد مظفرّ حُسین برنی کی تدوین اردو ادب میں سرمایۂ اقبال اور ترتیبِ متن اور متنی تنقید کے حوالے سے اعزاز وانفرادیت کا ضخیم اور عمیق باب شمار ہوتا ہے۔ مذکورہ کتاب نہ صرف مدوّن کے لیے اعزاز واکرام کا باعث ہے بلکہ یہ تدوین کے میدان کے دیگر ہنر آزماؤں کے لیے بھی ایک مشعلِ راہ ہے جس کی روشنی میں دیگر متون کی تدوین و تصحیح کا کام کماحقہ سرانجام دیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ، وجہی سے عبدالحق تک، (دہلی: ناز پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۷ء)، ص: ۴۹۴

۲۔ سیّد احمد دہلوی، (مرتب)، فرہنگ آصفیہ، (لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع چہارم، ۲۰۰۳ء)، ص: ٦٧

۳۔ عبداللہ چغتائی، کلیات مکاتیبِ اقبال (دیباچہ) مرتبہ: سیّد مظفرّ حسین برنی، (دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۳ء)

۴۔ امین اندرابی بحوالہ ممنون حسین، ڈاکٹر، مطالعہ مکاتیبِ غالب، (سری نگر کشمیر: تابش پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء)، ص: ٦١

۵۔ ڈاکٹر رفیع الدّین ہاشمی، خطوطِ اقبال، (نئی دہلی: اقبال صدی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۷۷ء)، ص: ۴٦

٦۔ مکتوب علامہ اقبال، بنام اکبر الہ آبادی، مشمولہ: کلیات مکاتیبِ اقبال (جلد اوّل)، مرتبہ: مظفرّ حسین برنی، سیّد، (دہلی: اردو اکیڈمی، ۱۹۸۹ء)، ص: ۲۳۲

۷۔ عبدالحق، ڈاکٹر، تنقید اقبال اور دوسرے مضامین، (دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند)، ۱۹۷٦ء)، ص: ٦٧

۸۔ خلیق انجم، متنی تنقید، (کراچی: انجمن ترقی اردو، پاکستان، ۲۰۱۴ء)، ص: ۱۵

۹۔ مظفرّ حُسین برنی، کُلّیاتِ مکاتیبِ اقبال (جلد: دوم)، (دہلی: اُردو اکادمی، ۱۹۹۳ء)، ص: ۲

References:

1.Dr. Syed Abdullah, Wajeeh se Abdul Haq Tak, (Delhi: Naz Publishing House, 1977), p: 494

2.Syed Ahmad Dehlavi, (compiled), Farhang Asafia, (Lahore: Urdu Science Board, Volume IV, 2003), p.67

3.Abdullah Chaghatai, Kulyat e Makateeb e Iqbal (Debacha) Compiled by: Syed Muzaffar Hussain Barni, (Delhi: Urdu Academy, 1993(

4.Amin Andrabi Bahawala Mamnoon Hussain, Mutala e Makateeb e Ghalib, (Srinagar Kashmir: Tabish Publications, 1991), p: 61

5.Dr. Rafiuddin Hashmi, Khutoot e Iqbal, (New Delhi: Iqbal Siddi Publications, New Delhi, 1977), p: 46

6.Maktoob Allama Iqbal, in the name of Akbar Ilha Abadi, Contents: Kalyat Makateeb e Iqbal (Volume I), author: Muzaffar Hussain Barni, Syed, (Delhi: Urdu Academy, 1989), p. 232

7.Abdul Haq, Dr., Tanqeed e Iqbal Aur Dusray Mazameen, (Delhi: Anjuman Tragqi Urdu (India), 1976), p: 67

8.Khaliq Anjum, Matani Tanqeed, (Karachi: Anjuman Tragqi Urdu, Pakistan, 2014), p.15

9. Muzaffar Hussain Barni, Kulliyat-i Makatib-i-Iqbal (Volume: II), (Delhi: Urdu Academy, 1993), p.2.